تحریر :- حضرت علامہ الشام السید محمد جمال الدین القاسمی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ و تلخیص : محمد خالد سیف - ادارہ علوم اثریہ ——— لائل پور

حدیث اور اہلحدیث

حضرت ابونجیح عرباض بن ساریہ سلمیؓ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا پُر تاثیر وعظ سنایا جس سے ہمارے دل کانپ اٹھے اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ ہم نے عرض کیا اے رسولِ خدا! یہ وعظ تو ایسا ہے جیسے کوئی کسی کو الوداع کہہ رہا ہو لہٰذا ہمیں کچھ وصیت فرمایئے تو آپ نے ارشاد فرمایا :-

اوصیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعۃ وان تامر علیکم عبد وانہ من یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ (رواہ احمد وابوداؤد والترمذی)

"میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر غلام ہی حکومت کرے۔ تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ عنقریب سخت اختلاف دیکھے گا۔ اس وقت تمہیں میری سنت اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت پر چلنا لازم ہوگا اسے تم دانتوں سے خوب مضبوط پکڑ لینا اور نئے نئے کاموں سے بچتے رہنا۔ کیونکہ ہر بدعت (دین میں نیا کام) گمراہی ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

العلم ثلاثۃ آیۃ محکمۃ او سُنّۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ وما سوی ذلک فھو فضل (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ)

"علم تین چیزوں کا نام ہے آیت محکمہ یا سنتِ قائمہ یا فریضۂ عادلہ اور اس

کے سوا جو کچھ ہے وہ امرِ زائد ہے"

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر خطبہ میں ارشاد فرمایا کرتے تھے:-

اما بعد فان اصدق الحدیث کتاب اللہ وان افضل الھدی ھدی محمد وشر الامور محدثاتھا وکل محدثۃ بدعۃ (رواہ الامام احمد ومسلم وغیرہما)

"حمد وصلوٰۃ کے بعد سب سے بڑا زصداقت اللہ کی کتاب ہے اور سب سے افضل ترین ہدایت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے اور سب سے برے امور نئے نئے کام ہیں اور (دین میں) ہر نیا کام بدعت ہے"

حضرت امام نووی قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا:-

"سب علوم سے اہم ترین احادیثِ نبویہ، صحیح، حسن، ضعیف اور دیگر معروف انواع کے متون کی معرفت کا علم ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ہماری شریعت کتاب اللہ اور سنتِ رسول پر مبنی ہے اور سنت پر ہی اکثر فقہی احکام کا دار و مدار ہے۔ کتاب اللہ کی اکثر آیات مجمل ہیں اور ان کی تفصیل سنت میں ہے اور علماء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قاضی ومفتی اور مجتہد کے لیے شرط ہے کہ وہ احادیث کا عالم ہو"[1]

علامہ شہاب احمد فیضی دمشقی حنفی نے فرمایا:-

"علمِ حدیث بلند قدر و منزلت، عظیم فخر اور شریف ذکر کا حامل ہے۔ عالم ہی اس کا اعتناء کر سکتا ہے اور صرف جاہل ہی اس سے محروم رہ سکتا ہے۔ زمانہ دراز گزرنے پر بھی اس کے محاسن ختم نہ ہوں گے" (القول السدید)

اور حضرت امام ابوالطیب سید نواب صدیق حسن خان حسینی اثری علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا:-

"علوم شرعیہ میں سے سب سے اول اور مفتاح، ادلہ سمعیہ کا چراغ، مناہج

---

[1] مقدمہ شرح مسلم

یقینیہ کا ستون، شریعت اسلامی کا مبنیٰ اور اساس۔ فقہی روایات کا مستند علیہ دینی فنون کا ماخذ .... صرف حدیث شریف کا علم ہے۔" (الحطۃ)

راوی حدیث کی فضیلت

خادمِ حدیث کے لیے یہی فضیلت کیا کم ہے کہ وہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل دعا، میں شریک ہے:۔

نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فحفظھا و وعاھا و اداھا [1]

"اللہ تعالیٰ اس آدمی کو سرسبز و شاداب رکھے جس نے میری بات کو سنا، حفظ کیا، یاد رکھا اور پھر اسے آگے پہنچایا۔"

اسی لیے امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ:۔

"اس حدیث کے پیش نظر تمہیں ہر اہل حدیث کا چہرہ رعنائی و زیبائی سے چمکتا دمکتا نظر آئے گا۔"

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اللھم ارحم خلفائی قیل و من خلفاءك؟ قال الذین یاتون من بعدی یروون احادیثی و یعلمونھا الناس [2]

"اے اللہ! میرے خلفاء پر رحم فرما۔ استفسار کیا گیا حضور! آپ کے خلفاء کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے میری احادیث روایت کریں گے اور لوگوں کو بھی سکھلائیں گے۔"

چنانچہ بعض محدثین مثلاً امام سفیان، ابن ماجہ اور بخاری وغیرہ کو امیر المومنین کے لقب سے یاد کیا جانا اسی حدیث سے ماخوذ ہے۔

اور بفحوائے ارشاد باری تعالیٰ:۔

یَوْمَ نَدْعُوْ کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ [3] "اس دن ہم تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔"

---

[1] رواہ الشافعی والبیہقی والحدیث ایضا اخرجہ ابو داود والترمذی والنسائی وابن ماجہ والطبرانی۔ والامام احمد بتغییر الالفاظ الیسیر [2] رواہ الطبرانی وغیرہ ——— [3] سورۃ الاسراء پ ۱۵

کہا گیا ہے کہ اہلِ حدیث کے لیے یہی منقبت بہت اشرف و افضل ہے کہ ان کے امام مولائے کل، دانائے سبل، ختم الرسل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔" (التدریب)

حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاھلین (اخرجہ ابن عدی والدارقطنی وابونعیم)

"اس علم کو ہر خلف سے عادل روایت کریں گے جو اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف اور باطل پرستوں کے غلط ادّعاء اور جاہلوں کی تاویل کو دور کریں گے۔"

اس حدیث کے متعدد طرق کے پیش نظر اسے "حسن" قرار دیا جا سکتا ہے جیسا کہ علامہ علائی نے یقین کے ساتھ کہا ہے اور اس بلند قدر و منزلت کے ساتھ صرف حاملینِ سنت کو ہی خاص کیا جا سکتا ہے اور اس سے امّتِ محمّدیہ کی عظمت ثابت ہوتی ہے نیز اس حدیث سے محدثین کرام کی جلالتِ شان اور بلندیٔ مرتبت ثابت ہوتی ہے کیونکہ صرف یہی نفوسِ قدسیہ شارعِ شریعت اور روایات کے متون کی، نصوصِ محکمہ کے نقل کرنے کے ساتھ غلو کرنے والوں کی تحریف اور جاہلوں کی تاویل سے حفاظت کرتے ہیں۔

امام نوویؒ نے اپنی کتاب "تہذیب" کے ابتداء میں فرمایا ہے کہ "یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس علم کی صیانت، حفاظت اور اس کے ناقلین کی عدالت کی خبر ہے اور پیشگوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس علم کے لیے ہر دور میں صاحبِ عدل خلف مہیا فرماتا رہے گا جو اس کی حفاظت کریں گے اور تحریف کو طشت از بام کر دیں گے۔ اس لیے یہ علم شریف ہمیشہ محفوظ رہے گا اور کبھی ضائع نہیں ہوگا۔"

اور اس حدیث میں تصریح ہے کہ ہر دور میں اس علم کے حاملین عادل ہوں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا ہے اور یہ حدیث گویا اعلامِ نبوت سے ہے اور یہ اعتراض کوئی قابلِ التفات نہیں کہ بعض فاسق قسم کے لوگ بھی کچھ نہ کچھ علم حدیث جانتے ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ عادل اس کے حاملین ہوں گے آپ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ ان کے علاوہ دوسرے لوگ کچھ بھی نہ جانتے ہوں گے۔

اور علمِ حدیث کے شرف پر یہ روایت بھی دلالت کرتی ہے جو کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

ان اولی الناس بی یوم القیامۃ اکثرھم علی صلاۃ [1]

"روزِ قیامت میرے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر بکثرت درود پڑھتے ہیں۔"

امام ابن حبانؒ نے اپنی کتاب "صحیح" میں فرمایا ہے کہ:۔

"اس حدیث سے ثابت ہوا کہ روزِ قیامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب اصحابِ حدیث ہوں گے کیونکہ پوری امت میں سے کوئی گروہ ایسا نہیں جو ان سے زیادہ درود و صلاۃ پڑھنے والا ہو۔"

امام ابونعیمؒ فرماتے ہیں:۔

"یہ بلند قدر و منزلت ہے جو صرف حدیث کے راویوں اور ناقلین کے ساتھ مختص ہے کیونکہ علماء کا کوئی اور گروہ ایسا نہیں جو ان کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ درود پڑھتا ہو۔"

امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے:۔

"اگر محدثینؒ نہ ہوتے تو منبروں پر زندیق خطبے دیتے۔"

آپ نے یہ بھی فرمایا:۔

"اہل حدیث ہر دور میں گویا صحابہ کرام کی طرح ہیں۔"

نیز آپ سے یہ بھی منقول ہے:۔

"جب کسی صاحبِ حدیث کو دیکھتا ہوں تو گویا میں حضرات صحابہ کرام میں سے کسی ایک کو دیکھتا ہوں۔" [2]

---

[1] قال الترمذی "حسن غریب"۔ لیکن یاد رہے کہ جو درود و صلاۃ اور جن طریقوں سے آجکل اہل بدعت کے ہاں مروج ہے اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں، معتبر وہی ہوگا جو سنت سے ثابت ہے۔ م۔خ۔س

[2] کہ پسح ہے آہ! ۔ اھل الحدیث ھمو اھل النبی وان لم یصحبوا نفسہ انفاسہ صحبوا

امام احمد بن سریجؒ فرمایا کرتے تھے:۔

"اہل حدیث درجہ کے اعتبار سے فقہاء سے بلند تر ہیں کیونکہ یہ اصول کو ضبط کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔"

امام ابو بکر بن عیاشؒ فرمایا کرتے تھے۔

"ہر زمانہ میں اہل حدیث کو وہی حیثیت حاصل ہے جو اہلِ اسلام کو دیگر اہلِ ادیان کے مقابلہ میں حاصل ہے۔"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:۔

"عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن مجید کے متشابہات کو لے کر تمہارے ساتھ جھگڑا کریں گے تو تم انہیں سنت کے ساتھ جواب دو کیونکہ اصحابِ سنن کتاب اللہ کے زیادہ عالم ہیں۔" [1]

اور حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔

"ان وارثوں کو گویا رسالت سے حصہ ملا ہے اسی لیے تو حضرت معاذ وغیرہ کے متعلق "رسولُ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور یہ رتبۂ بلند صرف محدثینِ کرامؒ کے حصہ میں ہی آیا ہے اور روزِ قیامت انبیائے کرام کی معیّت کے مستحق بھی صرف محدثین ہوں گے جو کہ احادیث کو ایسی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہیں۔ اس طرح انہیں گویا رسالت سے حصہ ملا ہے اور یہی حضرات ناقلِ وحی اور وارثِ انبیاء ہیں اور فقہاء کا چونکہ روایتِ حدیث میں کوئی حصہ نہیں لہٰذا وہ اس درجہ پہ فائز نہیں ہوں گے اور نہ ہی حشر میں انہیں انبیاء کی معیّت حاصل ہوگی بلکہ وہ عام لوگوں کے ساتھ ہوں گے اور "علماء" کا نام تو صرف اہلِ حدیث پہ صادق آتا ہے اور درحقیقت یہی ائمہ کرام ہیں۔"

اور اسی طرح زہاد، عباد اور دیگر اہلِ آخرت جو اہلِ حدیث نہیں ہیں ان کا حکم

---

[1] نقلہ الشعرانی فی مقدمۃ میزانہ ص ۶۲۔ القاہرہ المطبعۃ الکستلیۃ ۱۲۷۹ھ